مکتوباتِ نبویؐ بنام نجاشی ــ تحقیقی جائزہ

ثمینہ سعدیہ☆

نبی اکرمؐ کا زمانہ تاریخ عالم کا وہ عہد آفریں دور ہے جس میں عرب کو تمام دنیائے ممالک میں اہم حیثیت حاصل تھی۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے عرب کو ایشیا، یورپ اور افریقہ کے وسط میں جگہ دی ہے۔ اس وقت کی تمام متمدن سلطنتیں عرب پر قبضہ کرنے کی خواہشمند تھیں۔ چنانچہ عرب کے جنوب پر سلطنتِ حبش کا، مشرقی حصہ پر سلطنتِ فارس کا اور شمالی اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کے تعلقات سلطنتِ حبش سے نہایت قدیم زمانہ سے رہے ہیں۔ پیغمبرِ اسلامؐ کی ولادت سے سو سال قبل یمن پر یہودی بادشاہ ذونواس کا قبضہ تھا۔ اس زمانے میں نجران میں عیسائیت عام تھی۔ ذونواس نے نجرانیوں کو عیسائیت ترک کرنے کا حکم دیا۔ اور نجرانیوں کے انکار پر اس نے ان کا بے رحمی سے قتلِ عام کیا۔ نجرانیوں نے قیصر سے امداد طلب کی۔ قیصر نے بذاتِ خود مدد کرنے کے علاوہ نجاشی کو بھی خط لکھ کر مدد کرنے کی تلقین کی۔ چنانچہ نجاشی نے کئی سو کشتیاں اور فوجی فراہم کیے۔ جنگ کا نتیجے میں ذونواس کو شکست ہوئی اور یمن پر حبشہ کا قبضہ ہو گیا۔

۵۷۰ء میں یمن کے گورنر ابرہہ نے بیت اللہ کو ڈھانے کی غرض سے مکہ معظمہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن اللہ کے حکم سے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ آئے اور فوج پر کنکریاں گرائیں جس سے فوج میں وبا پھیل گئی۔ بہت سے لوگ مر گئے اور کچھ واپس چلے گئے۔ اس ہاتھی کے واقعہ کے پچاس دن بعد نبی اکرمؐ پیدا ہوئے۔ (۱)

سیاسی تعلقات کے علاوہ عربوں کے تجارتی تعلقات بھی اس وقت کے تمام ممالک سے

☆ لیکچرار، گورنمنٹ وقار النساء کالج، راولپنڈی

رہے ہیں۔عرب میں منعقد ہونے والے تجارتی میلوں میں دور دراز کے ممالک سے تاجر آتے تھے۔ چنانچہ مسعودی لکھتے ہیں کہ

''چینی ظہور اسلام سے قبل بڑی بڑی کشتیوں میں بحران (بحرین) اور عمار آتے تھے'' (۲)

ابن حبیب دبا کے تجارتی میلے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ دبا عرب کی دو بڑی بندگاہوں میں سے ایک تھی اور اس کے سالانہ تجارتی میلے میں ہند، سندھ، چین اور مشرق ومغرب سے تجار آتے تھے'' (۳)

مؤرخین کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پردادا ھاشم نے روم، ایران اور حبشہ کے حکمرانوں سے تجارتی کاروانوں کے لانے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔جس کو ایلاف کہتے ہیں۔چنانچہ قیصر روم نے ہاشم کو شام آنے کا پروانہ عطا کیا اور اپنے زیر اثر فرمانروائے حبش کے نام بھی ایک سفارشی خط لکھ دیا۔ہاشم نے اپنے بھائی کو حبشہ بھیجا اور ان کو نجاسی نے قیصر کی سفارش کی بناء پر اس بات کا منشور عطا کیا کہ ان کا تجارتی کاروان حبشہ آیا جایا کرے۔(۴)

بعثتِ نبویؐ کے بعد مکی دور میں ہجرتِ حبشہ مسلمانوں اور حبشہ کے باہمی تعلقات میں اہم حیثیت رکھتی ہے۔کفارِ قریش نے جب مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہاء کر دی تو نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت کر کے حبشہ چلے جانے کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ ''وہاں ایک ایسا منصف مزاج بادشاہ حکمران ہے جس کے ملک میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا''۔(۵)

حبشہ کے اس نجاشی بادشاہ کا م ''اصحمہ بن اُبجر'' تھا۔اصحمہ نجاشی کے ابتدائی عہد کے بارے میں تفصیلات نہیں ملتیں۔تاہم علامہ ذہبیؒ اور ابن کثیرؒ نے اس کی ابتدائی زندگی سے متعلق حضرت عائشہؓ سے ایک طویل روایت نقل کی ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''نجاشی کا والد حکمران تھا اور اس کا اصحمہ نامی ایک ہی بیٹا تھا۔اس کے بھائی کے ایک درجن بیٹے تھے۔حبشہ کے ارباب حل وعقد نے اصحمہ کے باپ کو قتل کر کے اس کے بھائی کو حکمران بنا دیا۔بعد ازاں وہ ہلاک ہو گیا۔اس کی ہلاکت کے بعد اس کے بیٹے یکے بعد دیگرے حکمران بنے، مگر نااہل ثابت ہوئے۔اس پر حبشہ کے اربابِ حل وعقد نے اصحمہ کو

بادشاہ مقرر کردیا''۔(٦)

صلح حدیبیہ کے بعد جب قریش مکہ کی اشتعال انگیزی میں کمی ہوئی تو اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے اپنی تبلیغی اور سفاتی سرگرمیاں تیز کردیں۔ چنانچہ کتبِ سیرت اور کتب تاریخ کے مطابق ٦ ھ کے اواخر اور ٧ ھ کے اوائل میں نبی اکرم ﷺ نے مختلف شاھانِ ممالک مثلاً کسریٰ شاہِ ایران، قیصر شاہِ روم، مقوقس شاہِ مصر، اور نجاشی شاہِ حبشہ کے نام خطوط لکھ کر ارسال فرمائے اور انہیں دعوتِ اسلام دی۔(٧)

مؤرخین اور اہلِ سیر نے نجاشی شاہِ حبشہ کے نام لکھے گئے دو خطوط کا تذکرہ کیا ہے ایک خط وہ ہے جو آپ نے اصحمہ نجاشی کے نام تحریر فرمایا تھا، جس نے اسلام بھی قبول کرلیا تھا۔ یہ خط آپ کے سفیر حضرت عمرؓو بن امیہ الضمری صلح حدیبیہ کے بعد ٦ ھ کے اواخر میں لے کر گئے تھے۔ اس خط کا متن علامہ طبری ابن قیم، قلقشندی، امام قسطلانی وغیرہم نے نقل کی ہے۔ اس خط کی عبارت درج ذیل ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الله الى النجاشي الأصحمه ملک الحبشه إني أحمد إليک الله الذی لا اله الا هو الملک القدوس السلام المؤمن المهيمن و أشهد أن عيسى بن مريم روح الله و کلمة ألقاها إلى مريم البتول الطيبة الحصينة حملته من روحه و نفخه کما خلق آدم بيده و إني أدعوک إلى الله وحده لا شريک له و أن تتبعني وتؤمن بالذی جاء نی فإني رسول الله و ادعوک و جنو دک إلى الله عزو جل و قد بلغت و نصحت فاقبلو ا نصحي و قد بعثت إليکم ابن عمي جعفراً و معه نفر من المسلمين فاذا جآء ک فاقرهم و د ع التجبرو السلام على من التبع الهدیٰ.(٨)

اہلِ سیر کے بیان کے مطابق آپ ﷺ نے یہ خط ٦ ھ میں نجاشی کو ارسال فرمایا تھا۔ لیکن خط کی آخری عبارت کا الفاظ قابل غور ہیں: ''و قد بعثت إليکم ابن عمي جعفراً و معه نفر من المسلمين فاذا جآء ک فاقرهم و د ع التجبر'' اور تحقیق میں نے تمہاری طرف اپنے چچازاد

بھائی جعفر کو بھیجا ہے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت ہے پس جب وہ تیرے پاس آئے تو ان کی مہمانداری کر اور تکبر کو چھوڑ دے''۔(۹)

عبارت کے ظاہری الفاظ سے گمان ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ خط ٦ھ میں نہیں بلکہ اس وقت نجاشی کو بھیجا جب ۵ نبوی میں حضرت جعفر طیارؓ اور دیگر مسلمان ہجرت کر کے حبشہ جا رہے تھے۔ عصر حاضر کے محقق سیرت ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے یہی ہے۔ انہوں نے اس عبارت کو بنیاد بناتے ہوئے کئی اہم نتائج اخذ کیے ہیں ان کے مطابق:

''کیا یہ عبارت ٦ھ میں لکھی جا سکتی ہے جبکہ ان مہاجرین کو حبشہ پہنچے ہوئے پندرہ سال ہونے کو آئے تھے۔ بہ ظاہر یہ خط تعارف کی غرض سے حضرت جعفر طیارؓ کو دیا گیا تھا جب کہ وہ حبشہ جا رہے تھے۔ اگر سیرت نگاروں کی خاموشی کو کوئی مانع نہ قرار دیا جائے تو خط کے واقف کارانہ انداز سے یہ گمان ہوتا ہے کہ نبوت سے پہلے آنحضرتؐ خود حبشہ تشریف لے گئے اور مثل بعض دیگر مکی تاجروں کے نجاشی سے شخصی تعارف حاصل کیا تھا۔ آپ کا مہاجرین سے چلتے وقت واقفانہ انداز میں فرمانا کہ ''حبش میں ایک ایسے بادشاہ کی حکمرانی ہے جس کے ملک میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا'' اس کی مزید تائید کر سکتا ہے۔ احادیث نبویؐ میں بعض وقت آنحضرتؐ کی زبان سے چند حبشی الفاظ بھی مروی ہیں''۔ (۱۰)

ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے نہایت وقیع ہے۔ اس کی تائید علامہ زرقانی کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے اس عبارت کے ذیل میں لکھا ہے ''**قيل هذا في الهجرة الثانية إلى الحبشه في السنة السادسة من النبوة و بعث الكتاب**''۔(۱۱)

ماضی قریب میں اس مکتوب نبویؐ بنام نجاشی کی اصل بھی دستیاب ہو چکی ہے۔ جس کا عکس ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتاب ''رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی'' (۱۲) میں شائع کیا ہے۔ اور خط کی اصلیت و دریافت کے متعلق مدلل بحث کی ہے۔ اس دریافت شدہ اصل خط کا متن ''سیرۃ حلبیہ'' (۱۳) اور ''زاد المعاد'' (۱۴) میں مذکور متن سے بہت ملتا جلتا ہے۔

دریافت شدہ خط کی عبارت درج ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الله إلى النجاشي عظيم الحبشة

سلام على من اتبع الهدى اما بعد فانی أحمد اليک

الله الذی لا اله الا هو الملکالقدوس السلام

المؤمن المهيمنو أشهد ان عيسیٰ بن مريم

روح الله و کلمته القاها إلى مريم البتول الطيبة

الحصينة فحملت بعيسى من روحه و نفخه کما

خلق آد م بيده و انی أدعوک الی الله وحده

لا شريک له و الموالاة على طاعته و ان تتبعنی

وتؤمن بالذی جاء نی فانی رسول الله و انی

ادعوک و جنودک الی الله عزوجل و قد

بلغت و نصحت فاقبل نصيحتی و السلام على

من اتبع الهدى.

سب سے اہم بات جو اس خط کے متن سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اس میں ''وقد بعثت الیک ابن عمی جعفر'' والی عبارت درج نہیں ہے۔ جبکہ علامہ طبری، قلقشندی، اور امام قسطلانی کے نقل کردہ خط میں یہ عبارت موجود ہے۔ اس سے ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے کی تائید ہوتی ہے کہ مؤرخین کے نقل کردہ خط میں دراصل دو خطوط کی عبارتیں مدغم ہو گئی ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

''تمام اسلامی مؤرخین متفق ہیں کہ یہ خط ۶ ھ میں بھیجا گیا تھا۔ مگر اس کے بعض جملے مثلاً ''میں تیرے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر کو بھیج رہا ہوں جس کے ہمراہ چند مسلمان بھی ہیں جب وہ تیرے پاس آئے تو ان کی مہمانداری کر........ ایسے ہیں جن سے اس گمان کی تائید ہوتی ہے کہ یہ خط

آنحضرت ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی کو ان کے ہجرت کر کے حبش جاتے وقت بغرض تعارف (تقریباً ۵ نبوی میں) دیا ہوگا۔ بنابراں جو متن ہمارے سامنے ہے وہ اصل میں دو الگ الگ خطوں کی عبارتوں کا مرکب ہوگا۔ مکتوب ثانی بے شک ۶ ھ میں بھیجا جا سکتا ہے۔ تا کہ نجاشی کو اسلام لانے کی دعوت کی تبلیغ کرے۔ رہا وہ خط جس میں مہاجرین کے پہنچنے پر ان کی مہمان داری کرنے کی خواہش کی گئی ہے۔ ۶ ھ کے اواخر میں کسی طرح نہیں لکھا جا سکتا۔ کیونکہ مہاجرین کو حبشہ پہنچ کر تب کوئی چودہ سال گزر چکے تھے اور اس وقت تو وہ وہاں سے مدینہ واپسی کی تیاری کر رہے تھے''۔ (۱۶)

اگر چہ ڈاکٹر حمید اللہ کا یہ استنباط و استدلال کافی حد تک قرینِ قیاس ہے۔ اس کے باوجود ہمیں تاریخ سے کچھ ایسے قرائن بھی ملتے ہیں جو ڈاکٹر حمید اللہ کے اس استنباط کے حتمی اور یقینی ہونے میں تردد پیدا کرتے ہیں۔ کہ کیا واقعی آپ ﷺ نے حضرت جعفر طیارؓ کو ہجرتِ حبشہ کے موقع پر ہی یہ خط دے کر روانہ فرمایا تھا۔

مؤرخین نے نبی اکرم ﷺ کے ۶ ھ کے بھیجے ہوئے خط کے جواب میں نجاشی کا جوابی خط بھی نقل کیا ہے۔ اس میں نجاشی نے آپ کو ''وقد بعثت الیکم .... فاقرھم'' والی عبارت کے جواب میں لکھا ہے۔ ''وقد قربنا ابن عمک واصحابہ'' اگر یہ تاکید نبی اکرمؐ نے ۵ نبوی والے خط میں کی ہوتی تو گیارہ سال بعد نجاشی کو یہ الفاظ لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

نیز یہ کہ ''ودع التجبر'' کا درشت اندازِ بیان اختیار کرنا اسی وقت ممکن تھا کہ جب نبی اکرمؐ اور مسلمانوں کو مدینہ میں طاقت حاصل ہوگئی تھی اور آس پاس کے دیگر قبائل اور علاقوں میں مسلمانوں کا رعب اور ان کی دھاک بیٹھ چکی تھی۔ جبکہ ۵ نبوی میں مسلمان کفارِ مکہ کے شدید دباؤ میں تھے اور اس وقت تک مسلمانوں کی اپنی کوئی ریاست بھی نہ تھی۔ ان حالات میں آپ کا دوسرے ملک کے حکمران کو ''ودع التجبر'' کے الفاظ سے مخاطب کرنا غیر قرین قیاس ہے۔

اکثر سیرت نگاروں نے اس خط سے قبل صراحتاً لکھا ہے کہ

''و بعث رسول اللہ عمرو بن أمیه الضمریؓ إلی النجاشي في شأن جعفر

بن ابی طالب و أصحابه و کتب معه کتاباً ''۔(۱۷)

''فی شأن جعفر بن ابی طالب و اصحابه ''کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ۶ھ میں ہی نجاشی کو حضرت جعفر طیارؓ اوران کے ساتھیوں کا اکرام کرنے کی تاکید فرمائی تھی۔ چنانچہ نجاشی نے جواباً لکھا کہ ہم نے آپ ﷺ کے چچازاد بھائی جعفر اور دیگر مسلمانوں کی تکریم کی ہے۔ اسی تکریم کا نتیجہ تھا کہ نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور دیگر مسلمانوں کو شان وشوکت سے حبشہ سے مدینہ روانہ کیا۔(۱۸)

امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمرو بن العاصؓ کے قبولِ اسلام کے تذکرہ میں دو روایات نقل کی ہیں۔ ایک واقدی کے حوالہ سے اور دوسری ابن اسحاق سے، واقدی (۱۹) کی روایت میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے بیان کیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اسوقت حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ، نبی اکرم ﷺ کا وہ خط لے کر گئے تھے جس میں انہوں نے نجاشی کو لکھا کہ وہ حضرت اُمّ حبیبہ کی آپ سے شادی کردے۔ جبکہ ابن اسحاق کی روایت میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ کو نجاشی کے پاس حضرت جعفر طیارؓ اوران کے ساتھیوں کے لیے بھیجا تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ

''حتی قدمنا علیه فوافقنا عنده عمرو بن أمیه الضمری ، قد بعثه رسول اللهؐ إلی النجاشی في أمر جعفر و أصحابه''۔(۲۰)

ان تمام قیاسات اور توضیحات کے بعد ایک نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ۶ھ میں حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو دو خطوط دے کر اَصحمہ نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ سیرت نگاروں کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ایک خط خالصتاً دعوتی اور تبلیغی نوعیت کا تھا۔ دوسرے خط میں آپؐ نے نجاشی کو تاکید کی وہ اُمّ حبیبہؓ کا آپؐ کے ساتھ نکاح کردے اور غالباً اسی خط میں ہی آپؐ نے نجاشی کو حضرت جعفر طیارؓ اوران کے ساتھیوں کی مہمانداری کرنے کو کہا ہوگا۔

ایک اور استثنائی صورت بھی موجود ہے۔ محمد بن یوسف الشامی نے سبل الهدیٰ والرشاد (۲۱)

میں لکھا ہے کہ غزوۂ بدر کے مقتولین کا انتقام لینے کے لیے قریش نے ایک مرتبہ پھر نجاشی کے پاس سفارت بھیجی ۔تا کہ وہ مسلمانوں کو ان کے حوالے کر دے ۔ جب نبی اکرم کو پتا چلا تو آپ نے فوراً حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ کو سفیر بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔

''فلما بلغ رسو ل الله مخرجها بعث عمرو بن اميه الضمری من المدينة إلی النجاشی بکتاب''(۲۲)

'' بکتاب'' کے الفاظ سے یہ قیاس بھی کیا جا سکتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے غزوہ بدر کے بعد ہی نجاشی کو حضرت جعفر طیارؓ اور ان کے ساتھیوں کی حمایت اور مہمانداری کرنے سے متعلق مکتوبات ارسال فرمایا ہو۔

ان تمام قیاسات کے باوجود ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ خط کے ظاہری الفاظ سے بہر حال اس کا امکان بھی نظر آتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے یہ خط ۵ نبوی میں ہی بغرضِ تعارف حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھوں بھیجا ہو۔

مکتوبات نبویؐ بنام نجاشی کے ضمن میں ایک اور بحث بھی قابل ذکر ہے۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ اصحمہ نجاشی کے انتقال کے بعد آپؐ نے اس کے عیسائی جانشین کو بھی خط لکھا۔ اس خط کا متن امام بیہقیؒ نے ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ خط کی عبارت درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''هذا کتاب من محمد النبی إلی النجاشی الاصحم عظيم الحبشه ، سلام علی من اتبع الهدیٰ و اٰمن بالله و رسوله و اشهد ان لا اله الا الله وحده' لا شریک له لم یتخذ صاحبة و لا ولداً وان محمد عبده و رسوله و ادعوک بدعاية الاسلام فانی أنا رسوله فأسلم تسلم . ''یآ هل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بيننا و بينکم الا نعبد الا الله و لا نشرک به شيئاً و لا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله فان تولوا افقولوا اشهدوا بأنا مسلمون'' فإن أبيت فعليک إثم النصاریٰ من قومک''.(۲۳)

اس سے قبل ہم اُس خط کی عبارت بھی درج کر چکے ہیں جو حال ہی میں دریافت ہوا ہے اور جس کا عکس ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتاب ''رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی'' (۲۴) میں شائع کیا ہے۔ اسی خط کو کچھ لفظی اختلاف کے ساتھ علامہ طبری، ابن القیم، امام قسطلانی، اور قلقشندی (۲۵) وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔ عصرِ حاضر میں علمائے سیرت کے مابین اس امر میں اختلاف ہے کہ ان دونوں خطوط میں سے کونسا خط آپؐ نے عیسائی نجاشی کو تحریر فرمایا۔ اس ضمن میں دو نقطہ ہائے نظر ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق اصل دریافت شدہ خط آپ نے اصحمہ نجاشی کو ارسال فرمایا تھا اور امام بیہقیؒ نے ابنِ اسحاق کے حوالے سے جو خط نقل کیا ہے وہ آپؐ نے عیسائی نجاشی کو بھیجا تھا۔ جس کا جواب نامعلوم ہے۔ مولانا ادریس کاندھلوی نے ''سیرۃ المصطفیٰ'' (۲۶) میں یہ رائے پیش کی ہے۔

۲۔ دوسرا نقطہ نظر مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کا ہے۔ ان کے مطابق اصل دریافت شدہ خط عیسائی نجاشی کی جانب تھا اور امام بیہقی نے ابن اسحاق کے حوالے سے جو خط نقل کیا ہے وہ اصحمہ نجاشی کے نام تھا۔

مولانا صفی الرحمٰن نے ڈاکٹر حمید اللہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بڑے یقینی انداز میں کہا ہے کہ یہی وہ خط ہے جسے رسول اللہ نے حدیبیہ کے بعد نجاشی کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ جہاں تک اس خط کی استنادی حیثیت کا تعلق ہے تو دلائل پر نظر ڈالنے کے بعد اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ لیکن اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ نبی اکرمؐ نے حدیبیہ کے بعد یہی خط روانہ فرمایا تھا۔ بلکہ بیہقی نے جو خط ابنِ عباسؓ (۲۷) کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اس کا انداز ان خطوط سے زیادہ ملتا جلتا ہے جنہیں نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے بعد عیسائی بادشاہوں اور امراء کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ کیونکہ جس طرح آپ نے ان خطوط میں آیت کریمہ ''**یآھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء ......الآیۃ**'' درج فرمائی تھی اسی طرح بیہقی کے روایت کردہ خط میں بھی یہ آیت درج ہے۔ علاوہ ازیں اس خط میں صراحۃً اصحمہ کا نام بھی موجود ہے جبکہ ڈاکٹر حمید اللہ کے نقل کردہ خط میں کسی کا نام نہیں ہے۔ اس لیے میرا گمان غالب ہ ہے کہ

ڈاکٹر صاحب کا نقل کردہ خط درحقیقت وہ خط ہے۔ جسے رسول اللہ نے اصحمہ کی وفات کے بعد اس کے جانشین کے نام لکھا تھا۔ اور غالباً یہی سبب ہے کہ اس میں کوئی نام درج نہیں"۔ (۲۸)

مولانا صفی الرحمٰن کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ چونکہ نبی اکرم ﷺ نے تمام شاہانِ ممالک کو خطوط صلح حدیبیہ کے بعد روانہ فرمائے تھے اور ان سب میں سورۂ آل عمران کی آیت "**یا ھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء .....الآیة**" درج فرمائی تھی۔ اصحمہ نجاشی کو بھی آپؐ نے حدیبیہ کے بعد ہی مکتوب ارسال فرمایا تھا۔ لہٰذا یہی مکتوب اصحمہ نجاشی کی جانب تھا۔

بظاہر مولانا صاحب کی یہ دلیل نہایت وقیع ہے۔ مکتوباتِ نبویؐ بنام نجاشی کے سلسلہ میں واقعی یہ ایک الجھن موجود ہے کہ اکثر سیرت نگاروں کے بیان کے مطابق آپؐ نے تمام شاہانِ ممالک کو ۶ ھ کے اواخر اور ۷ ھ کے اوائل میں خطوط ارسال فرمائے تھے۔ اسی سنہ میں آپؐ نے اصحمہ نجاشی کو بھی خط ارسال فرمایا تھا۔ لہٰذا اسی سال عیسائی جانشین کو خط لکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جبکہ ابھی مسلمان نجاشی زندہ تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ دیگر بادشاہوں کے خطوط میں سورۂ آل عمران کی آیت درج ہے۔ جبکہ اصحمہ نجاشی کے نام لکھے گئے خط میں یہ آیت موجود نہیں اس کے برعکس عیسائی جانشین کو آپؐ نے جو خط لکھا اس میں یہ آیت درج ہے۔ اس سوال کا ایک جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قیصر، کسریٰ اور مقوقس وغیرہ کی نسبت آپؐ نے صلح حدیبیہ کے فوراً بعد ۶ ھ کے اواخر میں اصحمہ نجاشی کو حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ کے ہاتھ خط لکھ کر پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ جیسا کہ بعض سیرت نگاروں نے حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ نبی اکرمؐ کے اولین ایلچی تھے۔

"و بعث رسول اللهؐ عمرو بن امية الضمری إلی النجاشی فكان اول رسول" (۲۹)

ابن سعد نے لکھا ہے:

"فكان أول رسول بعثه رسول الله عمرو بن اميه الضمری إلی النجاشی وكتب إليه كتابين" (۳۰)

گمان یہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اصحمہ نجاشی کو ۶ ھ کے اواخر میں صلح حدیبیہ کے فوراً بعد خط ارسال فرمایا۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے ۷ ھ سے ۸ ھ (۳۱) کے دورانیہ میں کسریٰ، قیصر، اور مقوقس وغیرہ کو خطوط لکھے۔ اور ۸ ھ میں مسلمان نجاشی کی وفات (۳۲) کے فوراً بعد آپ نے عیسائی جانشین کو خط لکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان سب خطوط کا انداز ایک جیسا ہے اور سب میں مدنی سورۂ آل عمران کی آیت بھی درج ہے اور نہ ہی اس خط کا اسلوب و انداز دوسرے خطوط سے ملتا جلتا ہے۔

ایک اور توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحمہ نجاشی فرقہ طبیعتِ واحد کا (یعنی مانوفزائٹ: ۳۳) عیسائی تھا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ نہیں مانتا تھا۔ اس لیے کہ ابرہہ کے کتبوں میں سے ایک کتبہ جسے مآرب کا کتبہ کہا جاتا ہے اس کے شروع میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

> ''رحمٰن (خدا) اور اس کے مسیح اور روح القدس کی قوت اور پشت پناہی اور رحمت سے''۔ (۳۴)

ڈاکٹر حمید اللہ نے ''رحمٰن اور اس کے مسیح'' کے الفاظ سے استنباط کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''یہ لقب بڑا اہم اور معنی خیز ہے۔ یمن کے بعض دیگر عیسائی حکمرانوں مثلاً سمیفع کے کتبوں میں ''خدا اور اس کے بیٹے مسیح فاتح اور نفسِ قدس کے نام سے'' کے الفاظ ملتے ہیں اور یہاں بیٹے کا لفظ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابرہہ موحّد تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ حبش کے نجاشی بھی ایسے ہی عقائد رکھتے ہوں۔ چنانچہ جب حضرت جعفر طیارؓ نے حبشہ میں نجاشی کے سامنے حضرت عیسیٰ سے متعلق عقائد کی توضیح کی تو اس نے کہا تھا کہ ''حضرت عیسیٰ اس سے رتی بھر بھی زیادہ نہیں ہیں'' (۳۵)

قیاس یہ ہے کہ چونکہ نبی اکرم نجاشی کے ان صحیح عقائد سے بخوبی واقف تھے اسی بناء پر آپؐ نے اپنے خط میں بھی حضرت عیسیٰ سے متعلق انہی عقائد کی توضیح کی جس کا جواب بھی نجاشی نے اثبات میں ہی دیا۔ اس کے برعکس عیسائی جانشین کو آپؐ نے اسی انداز میں خط لکھا جس انداز میں آپؐ نے کسریٰ، قیصر، اور مقوقس وغیرہ کو خطوط لکھے تھے۔ ان سب میں سورۂ آل عمران کی آیت درج تھی۔

مولانا صفی الرحمٰن کی دوسری دلیل یہ ہے کہ بیہقی نے ابن اسحٰق کے حوالے سے جو خط نقل کیا

ہے۔اس میں صراحتہً اصحمہ کا نام موجود ہے۔جبکہ ڈاکٹر صاحب کے نقل کردہ خط میں کسی کا نام نہیں ہے

مولانا صاحب کی اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرمؐ کے خط کے جواب میں اصحمہ نجاشی نے جو جواب دیا اور جسے ابن القیم،طبری اور بیہقی کے علاوہ خود مولانا صاحب نے بھی نقل کیا ہے اس خط کی عبارت کو بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ درحقیقت یہ خط اس خط کے جواب میں ہے جو کہ دریافت ہوا ہے اور جس میں نجاشی کا نام اصحمہ موجود نہیں۔

نجاشی کے جوابی خط کی عبارت درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إلى محمد رسول الله من النجاشي الأصحمه بن ابجر و سلام عليک يا نبی الله و رحمة الله وبر كاته' من الله الذى لا اله الا هو هداني إلى الاسلام أما بعد فقد بلغني كتابک يا رسول الله فيها ذكرت من امر عيسى 'فورب السماء و الارض ان عيسى 'ما يزيد على ما ذكر ت تفروقاً . انه كما قلت و قد عرضنا ما بعثت به إلينا وقد قرينا ابن عمک و أصحابه و أسلمت على يديه لله رب العالمين . وقد بعثت إليک يا بنى ارها بن الاصحمه بن أبجر فاني لا املک الا نفسي و إن شئت اتيک فعلت يا رسو ل الله فاني أشهد أن ما تقول حق و السلام عليه يا رسو ل الله . (۳۶)

مذکورہ بالا خط میں یہ عبارت بہت اہم ہے''**أما بعد فقد بلغني كتابک يا رسول الله فيها ذكرت من امر عيسىٰ فورب السماء و الارض ان عيسى 'ما يزيد على ما ذكر ت تفروقاً**'' کیا یہ عبارت اس خط کے جواب میں لکھی جا سکتی ہے جو بیہقی نے ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے جس میں سورۂ آل عمران کی آیت تو درج ہے مگر حضرت عیسیٰ کی حیثیت و اعتقاد کے بارے میں کسی قسم کے کوئی الفاظ مذکور نہیں۔جبکہ مولانا صفی الرحمٰن کا کہنا ہے کہ یہی خط اصحمہ نجاشی کی جانب بھیجا گیا تھا۔کیونکہ اس میں اصحم نام موجود ہے۔اگر ان کی رائے درست ہے تو نجاشی کے جواب میں مذکورہ الفاظ''**فقد بلغني كتابک يا رسول الله فيما ذكرت من امر عيسىٰ**''

کوئی معنی نہیں رکھتے۔ البتہ دوسرا خط جو کہ حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔ اور جس کی عبات ڈاکٹر حمید اللہ نے نقل کی ہے اس خط کی عبارت میں آپ ؐ نے حضرت عیسیٰ کی حیثیت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے: ''و أشهد أن عيسى بن مريم روح الله و كلمته ألقاها إلى مريم البتول الطيبة الحصينة فحملت بعيسىٰ حملته من روحه و نفخه كما خلق آدم بيده'' اس خط کے جواب میں نجاشی نے حضرت عیسیٰ کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے اور اپنے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس بحث و تمحیص کے بعد ڈاکٹر حمید اللہ کے نقطہ نظر کی تائید ہو جاتی ہے کہ دریافت شدہ خط اصحمہ نجاشی کی جانب ہے، نہ کہ عیسائی جانشین کی طرف۔ اور امام بیہقیؒ نے جو خط نقل کیا ہے وہ عیسائی جانشین کی طرف تھا۔ اس میں اصحمہ نام کا موجود ہونا راوی کے سہو کو ظاہر کرتا ہے۔

ہماری اس رائے کی تائید محقق ابن کثیرؒ کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے امام بیہقیؒ کے نقل کردہ خط کے ضمن میں لکھے ہیں: ''ظاہر بات یہ ہے کہ یہ مکتوب نبویؐ مسلمان نجاشی کے جانشین کے عیسائی نجاشی کی طرف تھا۔ یہ اس وقت کا مکتوب ہے جب آپ ؐ نے سب سلاطین کو قبل از فتح مکہ دعوتِ اسلام کے خطوط ارسال فرمائے تھے۔ جیسا کہ آپ ؐ نے قیصر، کسریٰ اور مقوقس وغیرہ شاہانِ دنیا کی طرف لکھے تھے۔ بقول زہری ان مکاتیب کا مضمون ایک ہی تھا۔ سب خطوط میں مدنی سورۂ آل عمران کی آیت درج ہے اور اس کی ابتدائی ۸۳ آیات وفدِ نجران کے سلسلے میں نازل ہوئی تھیں۔ جیسا کہ ہم نے تفسیر میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا یہ مکتوب پہلے مسلمان نجاشی کی طرف نہ تھا بلکہ دوسرے عیسائی جانشین کی طرف تھا اور مکتوب میں نجاشی کا لاحقہ اُصحم شاید راوی نے حسب فہم اس میں گھسیڑ دیا ہو''۔ (۴۷)

مکتوبات نبویؐ بنام نجاشی کے سلسلہ میں علامہ برہان الدین حلبی نے بھی بڑی اچھی محققانہ بحث کی ہے۔ انہوں نے ابن حزمؒ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابن حزمؒ کے مطابق نبی اکرمؐ نے صلح حدیبیہ کے بعد جس نجاشی کو خط لکھا تھا وہ مسلمان نجاشی نہیں بلکہ عیسائی جانشین تھا۔ (۴۸)

صحیح مسلم میں اس بارے میں جو روایت ہے وہ بھی ابن حزمؒ کے قول کی تائید کرتی ہے۔ مسلم

میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جس نجاشی کو آنحضرت ﷺ نے خط لکھا وہ نجاشی نہیں تھا جس کی آپؐ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی، بلکہ دوسرا تھا۔(۳۹)

صلح حدیبیہ کے بعد عیسائی نجاشی کو خط لکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جبکہ ۸ھ تک ابھی مسلمان نجاشی زندہ تھا۔ ابن حزم کی اسی رائے کی تردید کرتے ہوئے علامہ برہان الدین حلبی نے لکھا ہے:

''یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ آنحضرتؐ کے نام نجاشی بادشاہ کا جو جواب ذکر ہوا ہے اور جو جواب اس نے عمرو بن امیہ الضمریؓ کو دیا تھا کہ میں خدا کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرتؐ وہی نبی ہیں جن کا اہلِ کتاب انتظار کرتے چلے آرہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ جواب اس سے پہلے نجاشی کو ہوسکتا ہے اور اسی کے مناسبِ حال ہے۔ کیونکہ وہ ایک صالح انسان تھا۔ جہاں تک دوسرے نجاشی کے نام آنحضرتؐ کے خط کا تعلق ہے تو اس کا جواب نامعلوم ہے''۔(۴۰)

الغرض سیرت نبویہ کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ کے نجاشی شاہِ حبشہ کیساتھ سیاسی اور سفارتی تعلقات کا آغاز ہجرت مدینہ سے قبل ۵ نبوی میں ہی ہو چکا تھا۔ جبکہ آپؐ نے حضرت جعفر طیارؓ اور دیگر مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی اکرمؐ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ کو تین دفعہ سفیر بنا کر نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس بھیجا۔ پہلی مرتبہ غزوۂ بدر کے بعد جب قریشِ مکہ نے مقتولین بدر کا انتقام لینے کے لیے اپنے سفیر نجاشی کے پاس بھیجے تو آپؐ نے فوراً حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ کو مسلمانوں کی حمایت کے لیے سفیر بنا کر روانہ فرمایا۔

دوسری دفعہ ۶ھ کے اواخر میں صلح حدیبیہ کے فوراً بعد آپ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ کو دو مکتوب دے کر اصحمہ نجاشی کے پاس بھیجا جس کے نتیجہ میں اصحمہ نجاشی نے نہ صرف اسلام قبول کر لیا بلکہ مہاجرین حبشہ کو نہایت شان و شوکت سے مدینہ روانہ کیا۔ ۸ھ میں اصحمہ نجاشی کی وفات کے فوراً بعد آپ نے اس کے عیسائی جانشین کو بھی خط ارسال فرمایا۔ لیکن تاریخی مصادر سے ہمیں عیسائی

نجاشی اور اس کے جواب کے متعلق تفصیلات نہیں ملتیں۔

☆☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے، ابن ھشام، محمد بن عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، ۱/۶۳-۷۹، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۴ء ؛ ابن کثیر، عمادالدین اسماعیل، السیرۃ النبویۃ، ۱/۲۶-۴۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، س ن

۲۔ المسعودی، ابوالحسن علی بن حسین، مروج الذھب ومعادن الجوھر، ۱/۱۵۶، دارالاندلس للطباعۃ والنشر، بیروت، ۱۹۶۵ء

۳۔ ابن حبیب، محمد، کتاب المحبر، منشورات دارالآفاق الجریدہ، بیروت، س ن، ص ۲۶۵

۴۔ ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع الزہری، الطبقات الکبریٰ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ۱/۳۳

۵۔ اکلاعی، سلیمان بن موسیٰ، الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء، ۱/۱۹۶ دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۰ء،

۶۔ ذہبی، محمد احمد، سیر اعلام النبلاء، ۱/۴۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۹۹۰ء، السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ۲/۲۴-۲۵

۷۔ السمہوی، نورالدین علی بن احمد، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، ۱/۳۱۵، دارالنفائس الریاض، ۱۹۵۵ء،

۸۔ الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، ۲/۲۹۴، مطبعۃ الاستقامۃ بالقاہرۃ، ۱۹۳۹ء، ابن القیم، زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، ۳/۶۸۹، مکتبۃ المنار الاسلامیہ، ۱۹۸۱ء، القسطلانی، احمد بن محمد، المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ۱/۴۴۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت القلقشندی، شیخ ابی العباس، صبح الأعشیٰ، طبع بالمطبعۃ الامیریۃ، بالقاہرۃ، ۶/۳۷۹

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۱۲۴-۱۲۵

۱۱۔ الزرقانی محمد بن عبدالباقی،شرح علی المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیۃ،۵/۳۱،دارالکتب العلمیۃ،بیروت، لبنان،س ن

۱۲۔ رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی،ص۱۴۰

۱۳۔ الحلبی علی بن برھان الدین،السیرۃ الحلبیۃ فی سیرۃ الأمین المأمون،۳/۲۹۳،دارالمعرفۃ،س ن

۱۴۔ زادالمعاد،۳/۳۰۰

۱۵۔ رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی،ص۱۲۴۔۱۲۵

۱۶۔ ایضاً،ص۱۴۶

۱۷۔ الشامی محمد بن یوسف،سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد،۲/۳۹۵،دارالکتب العلمیۃ،بیروت، لبنان،۱۹۹۳ء

ابن خلدون،عبدالرحمٰن بن محمد،السیرۃ النبویۃ،۱/۱۵۴،مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع،الریاض،۱۹۹۸ء

۱۸۔ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام،۴/۵

۱۹۔ البیہقی،احمد بن الحسین،دلائل النبوۃ،۴/۳۴۴،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،۱۹۸۵ء،

۲۰۔ ایضاً،۴/۳۴۷ ۲۱۔ سبل الھدیٰ والرشاد،۴/۴۳

۲۲۔ ایضاً ۲۳۔ دلائل النبوۃ،۲/۳۰۸

۲۴۔ رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی،ص۱۲۵۔۱۲۶

۲۵۔ تاریخ الامم والملوک،۲/۲۹۴ ؛ زادالمعاد،۳/۶۸۹ ؛ المواھب اللدنیۃ،۱/۴۴۳ صبح الأعشیٰ،۶/۳۷۹

۲۶۔ ادریس کاندھلوی،سیرۃ المصطفیٰ ﷺ،۲/۳۹۳،مکتبۃ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ،لاہور

۲۷۔ صفی الرحمٰن،مبارکپوری،الرحیق المختوم،ص۴۷۸،المکتبہ السلفیۃ لاہور، مولانا نے یہاں لکھا ہے کہ ''بیہقی نے جو خط ابنِ عباسؓ سے روایت کیا ہے،یہاں پر راوی کا نام ابن عباس نہیں بلکہ ابنِ اسحاق ہے

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ السیرۃ الحلبیۃ،۳/۲۹۳ ۳۰۔ الطبقات الکبریٰ،۱/۱۲۵

۳۱۔ اس قیاس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خود سیرت نگاروں کے مابین اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا یہ خطوط کون سے سنہ ھجری میں ارسال کیے گئے تھے۔بعض کے نزدیک ۶ ھ کے اواخر اور ۷ ھ کے اوائل میں۔ دیکھیے وفاء الووفاء باخبار دارالمصطفیٰ،۱/۳۱۵،الطبقات الکبریٰ،۱/۱۲۵،

کچھ سیرت نگاروں کے مطابق ۸ھ میں۔ دیکھیے، السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ۲/ ۴۱، دلائل النبوۃ، ۴/ ۳۷۶،
ابن الاثیر، عزالدین، الکامل فی التاریخ، ۲/ ۹۱، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۹ء، علامہ ابن حجر
عسقلانی نے ایک رائے ۹ھ کی بھی کی ہے۔ دیکھیے السیرۃ النبویۃ فی فتح الباری، ۴/ ۷۵، مکتبۃ
دارالبیان الکویت، ۲۰۰۱ء

۳۲۔ امام بیہقی کے مطابق اصحمہ نجاشی کی وفات ۸ھ میں ہوئی۔ دلائل النبوۃ، ۴/ ۴۰۱، جبکہ امام سہیلی اور ابن سید الناس کے مطابق ۹ھ میں ہوئی۔ دیکھیے الروض الانف، ۲/ ۱۱۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۷ء، عیون الأثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، ۲/ ۳۴۱، دارالقلم، بیروت، لیکن امام ابن کثیرؒ نے اس قول کی تردید کی ہے۔ ان کے مطابق نجاشی کی موت کا سانحہ فتح مکہ سے کافی عرصہ قبل کا ہے۔
السیرۃ النبویۃ، ۱/ ۳۰، ۳/ ۵۲۴

۳۳۔ یہ فرقہ حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کا انکاری تھا۔ ان دنوں اس فرقے اور یونان کے عیسائیوں میں بڑے سخت اختلاف تھے۔ آخرالذکر اس بات کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ میں بوقت واحد دو طبیعتیں تھیں انسانی بھی اور خدائی بھی، رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، ص ۱۴۷

۳۴۔ سید سلیمان ندوی، تاریخ ارض القرآن، ۱/ ۳۱۹، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۴۴ء

۳۵۔ رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی، ص ۱۱۸

۳۶۔ زادالمعاد، ۳/ ۶۸۹ ؛ تاریخ الامم والملوک، ۲/ ۲۹۴ ؛ دلائل النبوۃ، ۲/ ۳۱۰

۳۷۔ السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ۴۱۔۴۲

۳۸۔ السیرۃ الحلبیہ، ۳/ ۳۹۵، ابن حزم اندلسی، جوامع السیرۃ، مترجم سردار احمد، ص ۶۲، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۹۰ء

۳۹۔ مسلم بن الحجاج قشیری، الجامع الصحیح، ۲/ ۱۱۲، کتب النبیؐ الی ملوک الکفار، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۸۳ء

۴۰۔ السیرۃ الحلبیہ، ۳/ ۲۹۵

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا!

☆ کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈروں۔

☆ چاہے خوش ہوں یا ناخوش انصاف کی بات کہوں۔

☆ امارت ہو یا غربت راستی و اعتدال پر قائم رہوں۔

☆ جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں۔

☆ جو مجھے محروم کرے، میں اسے عطا کروں۔

☆ جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کروں۔

☆ میری خاموشی غور وفکر کی خاموشی ہو۔

☆ میری گفتگو ذکر الٰہی کی گفتگو ہو۔

☆ میری نگاہ عبرت کی نگاہ ہو۔

(مشکوۃ المصابیح)